R-No. 2186/57

REGD-NO. L-922

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۰ پیسے

تاریخ ہائے اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۸ - شمارہ ۱۳ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | یکم اپریل ۱۹۶۹ء

اداریہ

"اردو گھر" کے لئے آپ کیا کر رہے ہیں؟

ہماری زبان میں "اردو گھر" کے لئے موصول ہونے والے عطیوں کی فہرست برابر شائع ہوتی رہتی ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اگرچہ "اردو گھر" کے لئے چندے کی اپیل کے پیچھے نہ کسی بڑے لیڈر کا ہاتھ ہے نہ کسی بڑے سرمایہ دار کا نہ کسی بڑے افسر کا، بلکہ اردو کی ایک پرانی انجمن کے خادموں کا، مگر اردو دوست اس اپیل سے متاثر ہو رہے ہیں اور اپنے چندے برابر بھیج رہے ہیں۔ یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ چند افراد کے بڑے عطیوں کے بجائے بہت سے افراد کے چھوٹے چھوٹے عطیے ہمیں موصول ہو رہے ہیں اس طرح ہمارے سرپرستوں اور ہمدردوں کا حلقہ برابر بڑھ رہا ہے۔ ہم دراصل عام اردو دوستوں سے ہی زیادہ توقع رکھتے ہیں اور ہمیں انھیں پر بھروسہ ہے کہ وہ جلد اردو گھر کے لئے اتنی رقم جمع کر دیں گے کہ ہم اس کی تعمیر کا کام مکمل کر سکیں۔

ادھر ملک میں غالب صدی کی تقریبات کا غلغلہ تھا اور ہر جگہ لوگ کوئی نہ کوئی اجتماع کر رہے تھے اور اس سلسلے میں روپیہ جمع کر رہے تھے۔ یوں تو یہ سلسلہ سال کے آخر تک جاری رہے گا مگر زیادہ تر تقریبات ہو چکی ہیں اور اس لئے ہم پھر اردو دوستوں کو ان کا فرض یاد دلانا چاہتے ہیں۔

ہمیں اس بات کی بھی خوشی ہے کہ کچھ اردو دوستوں نے لندن گھانا اور نیویارک سے بھی عطیات بھیجے ہیں اور مزید عطیات فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستانی بھائی جو اس وقت کسی نہ کسی سلسلے میں ملک سے باہر ہیں، اپنے فرض کو پہچانتے ہیں اور اس ترقی کام میں مدد دینا اور اسے تکمیل کو پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں یہ بات ہم اس وجہ سے کہہ رہے ہیں کہ ابھی ہندوستان میں اردو دوستوں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے کہ وہ اگر اس کام کی طرف توجہ کریں تو بہت جلد ہمارے سارے پروگرام مکمل ہو سکتے ہیں اور 'اردو گھر' ہندوستان میں اردو کی بقا اور ترقی کے لئے ایک جامع اور مثبت لائحہ عمل کے مطابق کام شروع کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں کسی بڑے کام کے لئے علاوہ کارکنوں کے بڑے مالی وسائل کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ وسائل صرف اردو دوست ہی مہیا کر سکتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور ایسا کریں گے۔

اس سلسلے میں ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انجمن کی شاخوں نے اس کام میں وہ سرگرمی نہیں دکھائی جس کی ان سے امید تھی۔ ہمیں یہ احساس ہے کہ اپنے علاقے کے کام ان کی فوری توجہ کے محتاج ہیں، مگر مرکز کو مضبوط کرنا اور مرکز کے کاموں میں ہر ممکن مدد دینا بھی ان کے فرائض میں داخل ہے اور 'اردو گھر' کا پروگرام جتنی جلد مکمل ہوگا اتنی ہی زیادہ ان کے اپنے علاقے کے مسائل کے حل میں مدد ملے گی۔ اس لئے ہم ایک بار پھر اپنی ریاستی اور مقامی شاخوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد اردو گھر کے لئے چندے کی مہم شروع کریں۔ اس سلسلے میں اگر وہ خاص تقریبات کرنا چاہیں اور مشاعرے یا دوسرے تہذیبی پروگرام منعقد کریں تو مرکز فن کاروں کے بلانے میں ان کی جو مدد کر سکتا ہے ضرور کرے گا۔ ہندوستان کے بڑے شہروں میں اس قسم کے پروگرام چندہ کرنے کے لئے بہت مفید ہو سکتے ہیں۔

اردو کے دوسرے اداروں سے بھی ہم اس کام میں تعاون کی امید رکھتے ہیں۔ اردو گھر کی تعمیر سب کا کام ہے اور 'اردو گھر' تمام اردو دوستوں کا مرکز ہوگا۔ یہ بات اب واضح ہو گئی ہے کہ کام وہ اچھا ہوتا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ عوام شریک ہوں پھر کسی خاص جماعت یا گروہ یا حکومت یا کسی پارٹی کا اس پر اجارہ نہیں ہوپاتا۔

اردو گھر کی تعمیر میں اس لئے ہم عوام کے چھوٹے چھوٹے عطیوں کے لئے زیادہ کوشاں ہیں۔ انہیں چھوٹے چھوٹے عطیوں سے ہمیں بہت بھاری طاقت ملے گی۔ جس طرح قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے اور دریا کیسی ہی سنگلاخ زمین ہو اپنا راستہ نکال ہی لیتا ہے۔

غالب روڈ

بمبئی میونسپل کارپوریشن نے جانسن روڈ کا نام بدل کر غالب روڈ رکھ دیا ہے۔ تازہ ترین اطلاع کے بموجب اب صرف جانسن روڈ ہی غالب روڈ نہیں کہلائے گی۔ بلکہ کلیئر روڈ کو بھی غالب روڈ میں شامل کر دیا گیا ہے

اردو گزٹ کا سالانہ چندہ ابھی طے نہیں ہوا

لکھنؤ:۔ یوپی گورنمنٹ کا جاری کردہ اردو گزٹ جو ایک سال پہلے جاری ہوا تھا ابھی تک اس گزٹ کا سالانہ چندہ یا قیمت طے نہیں ہو سکی ہے اس لئے "اردو گزٹ" خریداروں کو نہیں دیا جا سکا۔ اس بات کا انکشاف سپرنٹنڈنٹ پرنٹنگ اور اسٹیشنری اترپردیش کے ایک خط سے ہوا جو انہوں نے ادارہ فروغ اردو کے سکریٹری کو ان کے خط کے جواب میں بھیجا ہے۔ (قومی آواز)

کرشن چندر کو ۴۷ ہزار روپے کی تھیلی

بمبئی:۔ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ جناب وی، پی، نائک نے اردو کے ممتاز مصنف کرشن چندر کو جشن کرشن چندر کمیٹی کی طرف سے ۴۷۰۰۱ روپے کا چیک پیش کیا جشن کرشن چندر ختم ہو گیا۔ اس کا افتتاح وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ۹ر نومبر کو کیا تھا۔ (قومی آواز)

تذکروں پر پی ایچ ڈی کی ڈگری

وکرم یونی ورسٹی اجین نے اردو کے نوجوان محقق حنیف نقوی کو ان کے مقالے "شعرائے اردو کے تذکرے" پر پی ایچ ڈی کی ڈگری دی ہے۔ جناب حنیف نقوی نے یہ تحقیقی مقالہ گورنمنٹ حمیدیہ کالج بھوپال کے شعبۂ اردو میں یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کے جونیئر فیلو کی حیثیت سے ڈاکٹر ابو محمد سحر صاحب کی نگرانی میں لکھا ہے۔ (نامہ نگار)

حمیدیہ کالج میگزین کے گاندھی صدی اور غالب صدی شمارے

حمیدیہ کالج بھوپال نے گاندھی صدی کے سلسلے میں اپنی سالانہ میگزین "پربھا" کا ایک خصوصی شمارہ شائع کیا ہے جس میں گذشتہ روایات کے مطابق اردو، ہندی، انگریزی اور سنسکرت چار زبانوں میں مہاتما گاندھی پر حمیدیہ کالج کے اساتذہ اور طلبہ کے مضامین اور نظمیں شامل ہیں۔ غالب صدی کے سلسلے میں میگزین کے سالانہ شمارے کا اردو سیکشن مرزا غالب پر مضامین اور تخلیقات کے لئے وقف ہوگا اور ہندی، انگریزی اور سنسکرت میں بھی ان پر مضامین شامل ہوں گے۔ (نامہ نگار)

یوپی اسمبلی میں اردو میں حلف کی اجازت نہ دینے پر ۵ یونیورسٹیوں کے عالموں کا احتجاج

دلی:۔ یوپی اسمبلی میں ممبران کو اردو میں حلف لینے کی اجازت نہ دینے پر ۵ یونیورسٹیوں کے عالموں نے احتجاج کیا ہے۔ پٹنہ یونی ورسٹی کے ڈاکٹر وکیل علی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ خاں، دلی یونی ورسٹی کے ڈاکٹر بی پی پنڈت، عثمانیہ یونی ورسٹی کے ڈاکٹر بی ایچ کرشنا مورتی، انا ملائی یونی ورسٹی کے ڈاکٹر ایس۔ اے۔ بلائی نے اور پونہ کے آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر پٹنائک کا ایک مشترکہ مراسلہ ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ممبران کو اردو میں حلف لینے کی اجازت نہ دینا تکلیف دہ واقعہ ہے۔ باعث اطمینان یہ ہے کہ وزیر اعظم نے اردو میں حلف لینے کی اجازت نہ دینے پر اظہار ناپسندیدگی کیا ہے ہر شخص کو مادری زبان استعمال کرنے کا حق ہے۔

غالب کی جائے پیدائش کالا محل میں سہ روزہ تقریب کا پروگرام

آگرہ:۔ ماہ نومبر کے دوران کالا محل آگرہ میں جو مشہور اردو شاعر غالب کی جائے پیدائش ہے ان کی تین روزہ یک صد سالہ تقریب منائی جائے گی۔ اس میں ایک مجلس مباحثہ ہوگی جس کا اہتمام مقامی غالب میموریل کمیٹی کی طرف سے کیا جائے گا۔ آگرہ یونی ورسٹی کا ہندی انسٹی ٹیوٹ اس سلسلہ میں اس سے تعاون کرے گا۔ اس مجلس مباحثہ میں علی گڑھ اور الہ آباد یونیورسٹیوں کے فضلا شرکت کریں گے غالب کی زندگی سے متعلق غیر مطبوعہ مواد کی ایک نمائش ہوگی اور تین ڈرامے اسٹیج کئے جائیں گے مرزا غالب ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو کالا محل میں پیدا ہوئے تھے۔

(الجمعیۃ)

اردو کے مصنف کو انعام

نئی دہلی:۔ مرکزی وزارت تعلیم نے بچوں کے لٹریچر کے لئے جو چودھواں انعامی مقابلہ (۱۹۶۸-۶۹ء) کیا تھا۔ اس میں ۴۰ مصنفوں کو ایک ایک ہزار روپیہ کا انعام ملا ہے۔ اردو کے مسودہ "ایک کہانی سنو" کے مصنف سید احمد صدیقی انعام یافتگان میں شامل ہیں۔

(الجمعیۃ)

ڈاکٹر مسلم صدیقی (کیلی فورنیا یونی ورسٹی)

امریکی یونی ورسٹی میں اردو کی تعلیم

دنیا کے کم و بیش ہر بڑے ملک میں اردو تعلیم کا انتظام وہاں کی جامعات اور مختلف ادارہ جات میں موجود ہے۔ ماسکو یونی ورسٹی میں اردو کی تعلیم بہت دنوں سے ہوتی ہے۔ وہاں کے غیر ملکی زبانوں کے اشاعت گھر نے اردو زبان کی بعض بہت ہی نادر اور بیش قیمت کتابیں شائع کی ہیں۔ اس کے علاوہ یوگوسلاویہ، چین اور دوسرے کمیونسٹ ملکوں میں بھی اردو پڑھائی جاتی ہے۔ دوسرے یورپی ملکوں میں جرمنی اور ہالینڈ قابل ذکر ہیں۔ انگلستان کو حکمراں ملک ہونے کے ناطے تقریباً دو صدیوں سے اردو سے تعلق رہا ہے۔ آزادی سے پہلے بعض انگریزوں نے اردو زبان کی قواعد اور صرف و نحو پر بعض بہت ہی عمدہ کتابیں لکھی تھیں جن کا استعمال آج تک بیرونی ممالک میں کیا جاتا ہے۔ اردو زبان کی سب سے بڑی ڈکشنری بھی ایک انگریز انسپکٹر آف اسکولس جان ٹی پلاٹس کی لکھی ہوئی ہے۔ پہلے پلاٹس یوپی میں انسپکٹر مدارس تھے اور بعد کو آکسفورڈ یونی ورسٹی میں پروفیسری کی خدمت پر فائز ہو گئے تھے۔ آج تک اس ڈکشنری سے اچھی ڈکشنری اردو میں نہیں لکھی گئی۔ لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں اردو کی کئی نادر کتابیں اور قلمی نسخہ جات بھرے پڑے ہیں۔ اور ساری دنیا کے اردو ادب اور تاریخ ہند کے طلبہ ان کتابوں سے استفادہ کے لئے وہاں جاتے ہیں۔

امریکی جامعات میں اردو تعلیم کا باقاعدہ انتظام حال ہی میں شروع ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں امریکی کانگرس نے ایک مسودہ قانون منظور کیا جس کی رو سے امریکی جامعات میں مشرقی اور خصوصاً جنوبی ایشیائی زبانوں کی تعلیم و تدریس کا انتظام شروع کیا گیا۔ اس سلسلہ میں چند سال پہلے میں نے ایک تفصیلی مضمون لکھا تھا۔ برکلی میں بھی اردو کی تعلیم کا آغاز ۱۹۵۸ء میں ہوا۔ اردو اور ہندی کے پہلے پروفیسر کی حیثیت سے مشہور ماہر عمرانیات ڈاکٹر جان گمپرز کا تقرر ہوا جو ہندوستان میں کافی عرصہ رہ چکے ہیں اور اردو اور ہندی سے بخوبی واقف ہیں۔ انھوں نے امریکی طلبہ کے لئے اردو اور ہندی کی درسی کتب امریکی جامعات میں پڑھانے کے لئے لکھیں۔ ان دنوں ڈاکٹر گمپرز کے ساتھ چودھری محمد نعیم کام کرتے تھے جو آجکل یونی ورسٹی آف شکاگو میں اردو کے پروفیسر ہیں۔ نعیم صاحب کی زیر ادارت یونی ورسٹی آف شکاگو ہی سے ہندوستانی زبانوں اور ادب سے متعلق رسالہ شائع ہوتا ہے، جس کا نام محفل ہے۔ نعیم صاحب کے برکلی سے جانے کے بعد علی گڑھ کے محمد عظیم ڈاکٹر گمپرز کے مددگار کی حیثیت سے اردو پڑھانے کا کام کرتے رہے۔ عظیم صاحب آج کل نیویارک کی کولمبیا یونی ورسٹی میں اردو اور ہندی پڑھاتے ہیں۔ گمپرز صاحب کو گوناگوں مصروفیات کی بنا پر اردو کی تدریس کے لئے وقت نہیں ملتا تھا۔ اس لئے مجھ کو ڈاکٹر برجس برے کو اردو پڑھانے کے لئے یہاں بلایا گیا۔ اس وقت سے ہم دونوں ساتھ کام کر رہے ہیں۔ حال ہی میں کناڈا کی میکگل یونیورسٹی سے حسن جہانگیر ہمدانی بھی اردو پڑھانے کے لئے یہاں آئے۔ ہمدانی صاحب نے میکگل یونی ورسٹی کے اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمن بارکر کے ساتھ مل کر ابتدائی اردو نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کے لکھنے میں زبان سکھانے کے جدید ترین اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تمام امریکی جامعات میں بشمول برکلی زبان کی تعلیم جدید لسانیاتی اصولوں پر دی جاتی ہے تمام بڑی جامعات میں لسانیات کے باقاعدہ شعبے موجود ہیں یہاں کا شعبۂ لسانیات، اس جامعہ کے اور دوسرے شعبوں کی طرح شہرۂ آفاق حیثیت کا حامل ہے عثمانیہ یونی ورسٹی کے سابق صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر مسعود حسین خاں یہاں مہمان پروفیسر کی حیثیت سے آ چکے ہیں۔ آئے دن تحقیق و ریسرچ کے بعد زبان کی تعلیم کے نئے نئے طریقے تجربہ کے طور پر آزمائے جاتے ہیں اور جو طریقے کامیاب ثابت ہوتے ہیں انھیں جماعتوں میں استعمال کیا جاتا ہے

(باقی صفحہ ۹ پر)

وقار خلیل

غالب

ہر فلسفے سے حرفِ غزل آشنا ہوا
غالب نئے شعور کا اک سلسلہ ہوا
اک محشرِ خیال سرِ بامِ آرزو
اک حسنِ لایزال کا دریچہ کھلا ہوا
غالب کتابِ شعر کا وہ بابِ دل نشیں
جس کی نظر سے میکدۂ فکر وا ہوا
وہ ندرتِ خیال کہ موجیں رواں دواں
وہ عظمتِ کمال کہ دریا چڑھا ہوا
"غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے"
اک اک حرف، حرفِ تمنا بنا ہوا
غالب نشاطِ وصل کی سرمستیوں کا خواب
شہرِ وفا میں شعلۂ دل کی صدا ہوا
وہ فکر و فن وہ دانش و اندازِ آگہی
اک حرفِ ناشنیدہ جاں ہے سنا ہوا
"غالب صدی" میں مشرق و مغرب ہیں نغمہ زن
اردو، نہیں جو تیرا علاقہ تو کیا ہوا
غالب کے اعتراف کی جرأت جنابِ گر!
اک فرض ادا ہوا ہے کہ اک قرض ادا ہوا
ترسیل سے شعور کے ابلاغ تک وقار
غالب ہے ایک دفترِ دانش بنا ہوا

ویریندر پرشاد سکسینہ

سردار امرتسری

سردار اودھم سنگھ سردار امرتسری لکھنؤ اسکول سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت جلال لکھنوی کے شاگردوں میں بہت ممتاز کہنے والوں میں سے تھے اور ان کا شمار تلامذہ جلال میں آرزو لکھنوی، احسان شاہجہانپوری اور ذاکر حسین یاس لکھنوی سے کسی طرح کم نہیں ہے لیکن ڈاکٹر محمد حسن نے جلال لکھنوی کی سوانح حیات اور ان کی شاعری پر جو کتاب لکھی ہے اس میں ان کا ذکر نہیں کیا اور بعض ایسے شاگردوں کا تذکرہ کردیا ہے جو سردار اودھم سنگھ سردار امرتسری سے زیادہ معروف نہیں تھے۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ اور منشی نوبت رائے نظر کے جو مضامین جلال لکھنوی کے سلسلے میں شائع ہوئے ہیں ان میں ان دونوں ادیبوں نے سردار اودھم سنگھ سردار کا تذکرہ جلال لکھنوی کے شاگردوں کے سلسلے میں کیا ہے۔ سردار اودھم سنگھ سردار نے اپنے استاد حضرت جلال لکھنوی مرحوم پر ایک مقالہ رسالہ "مخزن" مارچ ۱۹۱۰ء میں شائع کرایا تھا اس میں سردار اودھم سنگھ رقمطراز ہیں۔

"آپ مجھ پر سب شاگردوں سے بڑھ کر نظر عنایت اور خاص مہربانی رکھتے تھے میری خاطر سب سے زیادہ عزیز تھی میری کسی عرض کو کبھی کسی حالت میں بھی رد نہیں کرتے تھے ہائے کہاں تک آپ کے اخلاق اور آپ کی عنایت کا اظہار کروں جب آپ کے مکتوبات میں سے کسی خط کو پڑھتا ہوں تو بے اختیار آنکھوں سے اشکوں کا دریا امنڈ پڑتا ہے واقعی ایسا باکمال پیدا ہونا مشکل ہے۔"

رام بابو سکسینہ تاریخ ادب اردو میں صفحہ ۴۳۴ پر جلال لکھنوی کے شاگردوں کے سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

"ان کے مشہور شاگردوں میں اشخاص ذیل قابل ذکر ہیں یعنی خود ان کے بیٹے کمال جو ریاست رامپور میں ملازم تھے اور اب انتقال ہوگیا، میر ذاکر حسین یاس لکھنوی اور ان کے صاحبزادے آرزو، احسان شاہجہانپوری اور سردار اودھم سنگھ۔"

پروفیسر نفیس سندیلوی رسالہ "نگار" کے "داغ نمبر" ۱۹۵۳ء میں "داغ اور ان کے معاصرین" کے سلسلے میں مقالہ لکھتے ہوئے جلال لکھنوی کے شاگردوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"تلامذہ میں خود ان کے صاحبزادے حکیم مہدی حسن کمال، میر ذاکر حسین یاس لکھنوی اور ان کے صاحبزادے انوار حسین آرزو لکھنوی، سردار اودھم سنگھ، احسان علی خاں احسان شاہجہانپوری بہت مشہور ہوئے۔"

سردار* اودھم سنگھ سردار امرتسری امرتسر کے ایک اعلیٰ سکھ شرفا کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے پردادا سردار کرپال سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب بہت احترام کرتے تھے اور دس ہزار روپیہ کی جاگیر مہاراجہ نے آپ کی مذہبی خدمات کے سلسلے میں عطا فرمائی تھی۔ سردار اودھم سنگھ سردار امرتسری کے والد سردار بشن سنگھ انگریزی حکومت کے دور میں محکمہ نہر میں ضلعدار کے عہدے پر مامور تھے۔ سردار اودھم سنگھ نے ابتدائی تعلیم مشن ہائی سکول و کالج امرتسر میں حاصل کی تھی اور اس کے علاوہ فارسی، انگریزی، اردو اور گورمکھی کو بھی ان زبانوں کے عالموں سے سیکھا تھا اور ان زبانوں میں اہل زبان جیسی قدرت رکھتے تھے۔ ابتدا میں محکمہ نہر میں ملازم ہوئے اور پھر امرتسر ہی میں ڈسٹرکٹ کورٹ میں نقل نویس ہوگئے لیکن اس ملازمت کو خیرباد کہہ دیا اس کے بعد یہاں ہی محکمہ پولیس میں پشتو خواں اور محرر جوڈیشل کے عہدے پر فائز رہے۔ رسالہ "کشتۂ ناز" اور رسالہ "آفتاب" کے مدیر اور منیجر بھی رہے لیکن یہ دونوں رسالے چھ ماہ سے زیادہ نہیں نکل سکے۔ امرتسر میں شعر و شاعری کے فروغ کے لئے آپ نے ساری زندگی لگا دی اور اردو زبان کو اپنی نظموں، گیتوں، غزلوں اور بھجنوں کے ذریعہ سارے پنجاب میں مقبول بنا دیا۔ دربار صاحب امرتسر پر آپ نے ایک تاریخی کتاب لکھی تھی جو شائع ہو چکی ہے اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تاریخ کا آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ مرزا داغ پر بھی آپ کی ایک کتاب شائع ہو چکی ہے اس کتاب کا دیباچہ حضرت جلال لکھنوی کا لکھا ہوا ہے کتاب بڑی قابل قدر ہے کیونکہ اس کتاب کو اصلاح کی نظر سے حضرت جلال نے دیکھا تھا۔ اس کتاب میں مرزا داغ کے انتقال کی دو تاریخیں جلال لکھنوی کی لکھی ہوئی شامل ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

تاگوش جلال افسوس آئی خبر وحشت — اٹھ جانے کی دنیا سے جب داغ سخنور کے
فوراً یہ خیال آیا تاریخ کوئی لکھیے — اس واقعۂ غم کی کم ایک عدد کر کے
سن داغ کی رحلت کے پوچھے جو کوئی ان سے — دل نے یہ کہا لکھ دو کیا داغ دیا مر کے

۱۳۲۲ھ

دیگر

داغ سخنور بمہر و لطف سخن آہ برد — رفت ز بزم جہاں رونق بزم جہاں
گفت جلال حزیں سال وفاتش چنیں — بست بہ فردوس پاک بلبل ہند آشیاں

۱۳۲۲ھ

حضرت جلال لکھنوی کے تین خطوط ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے سردار اودھم سنگھ سردار امرتسری کو لکھے ہیں۔

"بندہ نواز، مجھ پر عجب سانحہ اس زمانے میں ہوا ہے کہ میرا پوتا یعنی محمد مہدی سلمہ اللہ المتعال کا بیٹا تین برس کا دبائے ہیضہ میں مبتلا ہو کر دفعتہً مر گیا اس کے مرنے کا مجھ کو نہایت صدمہ ہے میں اپنے ہوش میں آج کل نہیں ہوں کیسی غزل گوئی اور کہاں کی شاعری ایک ماتم عظیم میرے گھر میں برپا ہے مگر آپ کی ایسی ہی خاطر ہے جو یہ غزلیں دیکھ دی گئیں فقط

جلال بیکساں از لکھنؤ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء

*سردار اودھم سنگھ کے سن ولادت اور تاریخ وفات کے سلسلے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکی۔
ویریندر پرشاد

از ریاست رام پور ۱۱ راپریل ۱۹۰۷ء

جی سلمہٗ کارڈ تمہارا مورخہ ۹ راپریل سنہ الیہ کا مشتمل بدیں مضمون پہونچا کہ میں نے چند غزلیں اپنی بغرض اصلاح آپ کو روانہ کی ہیں تو معلوم کرو کہ میں چند روز سے ریاست رام پور میں مقیم ہوں لکھنؤ میں نہیں ہوں شاید لکھنؤ میں تمہاری غزلیں بعد میرے لکھنؤ سے چلے آنے کے پہنچی ہوں یہاں رامپور میں تو نہیں پہونچیں خیر اب میں بہت جلد انشاء اللہ تعالیٰ لکھنؤ جانے والا ہوں اگر وہاں جاکے تمہاری غزلیں مجھے ملیں تو بعد اصلاح واپس کردوں گا ورنہ تم پھر لکھ کر میرے پاس بھیجدینا۔ میں بعنایت الٰہی اچھا ہوں اور زندہ ہوں کیا کیفیت اپنے مزاج کی لکھدوں مرض ضیق النفس نے زندگی سے تنگ کر رکھا ہے۔"

راقم الدعا جلال لکھنوی

جی سلمہٗ مادجب کے بعد مدعا نگار ہوں کہ تحریر تمہاری مورخہ ۳ر دسمبر سنہ الیہ کی آئی مضمون مندرجہ ذیل سے اطلاع ہوئی میری طبیعت اس زمانے میں بہت بگڑی ہوئی ہے سخت دورے ضیق النفس کے متواتر پڑ رہے ہیں ظاہرا جانبری دشوار معلوم ہوتی ہے پس اس حالت میں تاریخ شمسی کی مرگ و زیست کی کیونکر کہی جاسکتی ہے غرض تمہاری ایسی ہی خاطر ہے کہ ایک چار مصرع نواب محمد عمر خاں کی والدہ کی تاریخ وفات کے کہہ کر ارسال کئے جاتے ہیں اور نواب محمد عمر خاں کی تحریر طلب تاریخ میرے پاس مدت سے آئی ہوئی تھی مگر میں نے تاریخ کہی کچھ جواب بھی نہیں دیا اطلاعاً یہ بھی لکھا گیا اور برخوردار حکیم سید محمد مہدی کمال کو جو کلمات تمہاری نسبت پڑھنے لکھے ہیں مجھے یاد کہاں مگر ایسا کچھ لکھ دیا ہے کہ اب جو کچھ تم ان کو لکھو گے بدل منظور کریں گے اور اپنا بھائی تمہیں سمجھیں گے اور بہت تم ان سے راضی رہو گے تحریر ۸ر دسمبر ۱۹۰۷ء

(راقم الدعا جلال از لکھنؤ منصور نگر)

سردار اودھم سنگھ سرور امرتسری کا شمار پنجاب کے صف اول کے اساتذۂ سخن میں ہونا چاہیئے۔ آپ کی غزلوں میں بڑی سادگی پرکاری صفائی اور روزمرہ موجود ہے۔ آپ اپنے استاد جلال لکھنوی کی طرح جملہ اصناف سخن پر قادر تھے۔ مرزا داغ دہلوی نے آپ کے کلام کے بارے میں ایک خط میں سردار امرتسری کے بارے میں یہ تحریر فرمائی تھی۔

"آپ اچھے آپ کی طبیعت اچھی آپ کے استاد اچھے
پھر کلام کیوں نہ اچھا ہو"

کلام کا انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

دشت وحشت میں کسی نے نہ دیا ساتھ اپنا
اے جنوں پاؤں کا چھالا بھی جو تھا پھوٹ گیا

قدرت نے چشم شوق کو یہ معجزہ دیا
جلوہ خدا کا حسن بتاں میں دکھا دیا

مرنے والا وہ تجھ کو کہتے ہیں
جیتے جی اس خطاب نے مارا

چھوٹے نہ ہم سے یارب باغ جہاں ہمارا
ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا
آپس میں میل کر لو سوچو ذرا تو دیکھو
منزل سے دور بیٹھا ہے کارواں ہمارا

فائدہ کیا دہر میں اے بوالہوس
گر دلیے سے جو زر پیدا کیا
نالۂ دل کھینچ لایا یار کو
بے اثر نے کیا اثر پیدا کیا

سنتے ہیں کہ یہاں ہیں وہ غیر کے گھر آج
ماتم ہے ادھر عیش کے جلسے ہیں ادھر آج

آتے نہیں گر آپ تو میں مر ہی چکا تھا
اللہ نے بخشی ہے مجھے عمر دگر آج

بنے میرے دشمن مری جان ہو کر
رہے غیر کے دل میں ارمان ہو کر

کیا لے کے جائیں ہم کسی گل پیرہن کے پاس
جز داغ ہجر کیا ہے غریب الوطن کے پاس

یوسف بیجتا

فتح مبین

(اپالو ۸ کے خلا بازوں کی نذر)

"راز تھا" رازِ تقدیر جہاں تگ و تاز"
خواب جتنے بھی تھے سب اہل جنوں کے یارو
آج شرمندۂ تعبیر ہوئے جاتے ہیں
آدم ارض ہے اب آدم ارض افلاک
ہر ستارہ ہے گذرگاہ جنوں
اب کوئی چاند نہیں
خواب و طلسمات کا چاند
اب کوئی راز نہیں وہم و روایات کا چاند
اب کوئی خواب نہیں
زہرہ و مریخ کی نادیدہ زمیں
راستے عرش تلک روشن ہیں

حسرت وصل میں کٹتی ہے جوانی اپنی
صورت سایۂ دیوار دبے جاتے ہیں

صورت نقش قدم پستے ہیں دل لاکھوں کے
جب سرِ راہ گزرتے ہیں گزرنے والے

یار کی آنکھ سے کیا آنکھ لڑی رہتی ہے
روبرو موت کی تصویر کھڑی رہتی ہے

باقی صفحہ ۳ سے آگے

اب ہندوستان میں بھی بعض جامعات میں لسانیات کی تعلیم کا انتظام ہوگیا ہے۔ مگر عام طور پر ہمارے ملک میں زبان کی تعلیم وتدریس لسانیاتی اصولوں پر بالکل نہیں ہوتی۔ ہمارے اکثر استاد لسانیاتی نظریات اور اصولوں سے واقف نہیں ہیں۔ ان کی قواعد سے واقفیت بھی سطحی اور فرسودہ ہے۔ کسی بھی زبان کے پڑھانے میں یہاں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اہل زبان ہی اس زبان کو پڑھائیں چنانچہ یہاں فرانسیسی زبان فرانسیسی اساتذہ جرمن زبان جرمن اساتذہ اور روسی زبان روسی اساتذہ ہی پڑھاتے ہیں اور اسی طرح تمام زبانیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ انگریزی فرانسیسی جرمن روسی وغیرہ سب ہندوستانی اساتذہ ہی پڑھاتے ہیں۔

برکلی میں اردو ہندی اور تامل کی پڑھائی کا انتظام ہے۔ اور یہ تینوں زبانیں ڈپارٹمنٹ آف ساؤتھ ایشین لنگویجز کے تحت پڑھائی جاتی ہیں۔ یونی ورسٹی کا جنوبی ایشیائی مرکز ان زبانوں کی تعلیم کے لئے وظائف اسکالرشپوں اور گرانٹوں کی صورت میں مالی امداد دیتا ہے اس کے علاوہ فورڈ فاؤنڈیشن کی طرف سے بھی بہت بڑی رقم ملتی ہے جسے وظیفوں ریسرچ کے کاموں اور کتابوں کے خریدنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ امریکی حکومت وفاع کی طرف سے بھی طالب علموں کو اردو ہندی اور تامل سیکھنے کے لئے تعلیمی وظیفے دئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ پی۔ ایل ۴۸۰ کی رقم سے ہندوستان اور پاکستان سے اردو کی کتابیں منگوائی جاتی ہیں۔ یونی ورسٹی کی لائبریری میں جو امریکہ کی تیسری سب سے بڑی لائبریری ہے اردو کی کئی ہزار کتابیں موجود ہیں اور آئے دن ان کتابوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اردو زبان سکھانے کے یہاں تین کورس دئے جاتے ہیں۔ ہر کورس ایک سال کا ہوتا ہے پہلے سال اردو ہندی ساتھ ساتھ سکھاتے ہیں۔ دوسرے سال ہندی اور اردو الگ الگ زبانوں کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہیں پہلے دو سال میں بات چیت اور قواعد پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ تیسرے سال میں طالب علم کو لٹریچر سے آشنا کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اخبارات و رسائل بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ اردو کے ان تین کورسوں کی تکمیل کے بعد طالب علم اس قابل ہوجاتا ہے کہ اردو کو اپنے تحقیقی مقاصد کے لئے استعمال کرسکے۔ اس کے بعد انفرادی حیثیت سے اردو کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فی الحال ایسے دو طلبہ ہمارے ساتھ اردو پڑھ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک مسز شکلا ہیں جو ہندوستانی مسلم معاشرہ پر پی ایچ ڈی کررہی ہیں انھوں نے حیات جاوید اور سرسید کی ساری اہم تصانیف پڑھ ڈالی ہیں دوسرے کریگ اسٹارک ہیں۔ جو ہندوستانی تاریخ میں پی ایچ ڈی کررہے ہیں۔

مراسلات

غالب پر ڈرامے اور فیچرز

"اردو تھیٹر میوزیم بمبئی" نے غالب پر لکھے گئے ڈراموں اور فیچرز کے لئے ایک علیحدہ سکشن قائم کیا ہے تاکہ تحقیق کے طلبہ ان سے استفادہ کر سکیں۔ انڈو پاک ڈراما نویسوں سے دست بستہ درخواست ہے کہ وہ ازراہ ادب نوازی اپنی تخلیقات سے میوزیم کو سرفراز فرمائیں خاص کر وہ حضرات ضرور توجہ فرمائیں جنھوں نے ادبی اداروں کے مقابلوں کے لئے ڈرامے اور فیچرز لکھے۔ جملہ تخلیقات مجلد صورت میں مصنفین کے نام سے ہی میوزیم میں رکھی جائیں گی۔

پتہ: اے کیو رڈو، اردو تھیٹر میوزیم، بلاک نمبر ۷۰ پاٹھکا منزل بھنڈی بازار بمبئی ۳

لوریاں

کچھ دنوں قبل سید انیس صاحب کا مراسلہ "لوریاں" سے متعلق نظر سے گذرا تھا اور جس کے جواب میں قیصر جہاں اور تاجدار احتشام صاحب کے بھی مراسلے نظر سے گذرے یوں تو اردو زبان میں بے شمار لوریاں لکھی گئی ہیں مگر اب تک ان کو یکجا اور مرتب کرنے کا خیال ہی نہیں کیا گیا تھا سید انیس صاحب کی یہ سعی قابل ستائش ہے میں بھی اسی کی تلاش و جستجو میں منہمک تھا تو مجھے محترمہ تاج النسا صاحبہ (بیگم مولانا شاہ ابوالحسن ادیب) کی تصنیف "استظام رفیق خانہ داری" میرے بھائی انور ادیب نے بتاکید "لوریاں" سے متعلق کچھ لکھنے کے لئے دی جس پر تقریظ مولانا شاہ ابوالحسن ادیب نے لکھی ہے یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی تھی اور یہ سوسہ تک "اردو سکنڈری" کلاس کی لڑکیوں کے نصاب میں بھی منظور رہی۔ لوری کی سرخی سے یوں درج ہے۔

"موسیقی اور سریلی آواز اور عمدہ راگ اور راگنیاں بھی سحر کا کام کرتی ہیں علم موسیقی (گانے کا علم) سے جو لوگ واقف ہیں وہی راگ کی حقیقتوں کو جانتے ہیں گو ہمیں علم موسیقی سے واقفیت نہ ہو۔ تاہم ہم بھی راگ کی قوت اس کا زور اور اس کی جادوگری کو مانتے ہیں کیونکہ ہٹ اور ضد کرنے والا بچہ بھی جب اس کو ماں گہوارے میں لٹا کر ایک دو راگنیاں سناتی ہے تو وہ مست ہو کر سو جاتا ہے تعلیم یافتہ خواتین بھی اس نئے دور میں بھی وہی پرانے زمانے کی لوریاں گاتی ہیں اور بے چاری بے علم عورتوں کا ذکر ہی کیا ہے اس لئے جدید طرز کی اہل زبان کی دو چار لوریاں لکھیں گے تمام لڑکیوں اور خاتونوں کو چاہئے کہ ان لوریوں کو یاد کر لیں۔"

چار لوریاں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے سات لوریاں اور بھی دستیاب ہوئی ہیں اس سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کی جا سکتی ہے۔

(نجم الحسن انجم ادیب، انجم منزل، کھتار، پالیہ کولار میسور اسٹیٹ)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے زیر اہتمام غالب صدی تقریبات

علی گڑھ۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جانب سے غالب صدی تقریبات کے سلسلہ کا آغاز ۱۷ مارچ سے شروع ہوا۔ ۱۷ مارچ کو ۶ بجے غالب صدی تقریبات کا افتتاحیہ جلسہ ڈاکٹر عبدالعلیم وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کی صدارت میں کینیڈی ہال میں ہوا جلسہ کا افتتاح پروفیسر مجیب وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ نے فرمایا۔ غالب کمیٹی کے سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور نے پروفیسر مجیب کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ پروفیسر مجیب اس حلقہ یا کسی اور حلقہ کے لئے محتاج تعارف نہیں ہیں ان کا شمار ان ممتاز ماہرین تعلیم، مورخوں ادیبوں اور عالموں میں ہوتا ہے جن کی وجہ سے ہماری آبرو قائم ہے۔ جو ماہ و خورشید تک پہنچنے کے بعد بھی اپنی زمین کو یاد رکھتے ہیں انھوں نے مغرب کی چنگاری سے اپنے دئے روشن کئے ہیں اور ان کے باعث ذہنی اور علمی دنیا میں اجالا ہے۔ پروفیسر مجیب نے ڈاکٹر ذاکر حسین کے ساتھ جامعہ کے شوق فضول کو اپنی جراءت رندانہ سے ایک تاج محل بنا دیا ہے جامعہ علی گڑھ کا حصہ ہے جو اپنے طور پر پھل پھول رہا ہے اور مجموعی طور پر بانی درسگاہ اور ملک و قوم کے مقاصد کی ترویج میں لگا ہوا ہے سرور صاحب نے فرمایا کہ غالب کو مغربی دنیا سے روشناس کرانے میں پروفیسر مجیب کا بڑا حصہ ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ غالب صدی کا افتتاح پروفیسر مجیب جیسا ادیب اور صاحب تصنیف کر رہا ہے۔ سرور صاحب نے فرمایا کہ غالب نے اپنے عندلیب گلشن ناآفریدہ کہا تھا۔ آج یہ گلشن پھل پھول رہا ہے اس کے باوجود ہماری جو توقعات تھیں وہ پوری نہیں ہوئی ہیں اور غالب کی زبان کو ترقی کے جو مواقع ملنے چاہئے وہ نہیں ملے ہیں غالب صدی تقریبات کا مقصد وہ فضا پیدا کرنا ہے جس سے نئے غالب پیدا ہو سکیں اور اس قومی زبان کا جو سرمایہ ہے اس پر سب فخر کریں اور اسے مناسب اہمیت دیں۔ سرور صاحب کی تقریر کے بعد پروفیسر مجیب نے غالب صدی تقریبات کا افتتاح فرماتے ہوئے اپنے خطبے میں کہا کہ اب غالب کی شخصیت صاف نظر آنے لگی ہے کہ وہ فلسفی نہیں تھے عاشق تھے اور ان میں وہ تمام صفات تھیں جو ایک عام آدمی میں ہوتی ہیں اسی لئے غالب عام لوگوں کے اپنے شاعر ہو گئے ہیں لوگوں کو ان سے محبت ہو گئی ہے پروفیسر مجیب نے امید ظاہر کی کہ شمالی ہند میں مشترک تہذیب کی قدر غالب کی بدولت بڑھ جائے گی اور غالب کی زبان کی بنیادیں مضبوط ہوں گی۔ پروفیسر مجیب نے کہا کہ غالب کی شاعری ایک گھنا جنگل ہے جس میں اگر انسان ڈر جائے تو تکلیف حاصل ہوتی ہے۔ پروفیسر مجیب

کے خطبہ کے بعد پروفیسر علیم وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے پروفیسر مجیب کا شکریہ ادا کیا اور پروفیسر مجیب کی خدمت میں علی گڑھ میگزین کا غالب نمبر اور تاریخ ادبیات جو غالب کے فارسی کلام کا انتخاب ہے اور یونیورسٹی کی جانب سے شائع کیا گیا ہے پیش کی اور پروفیسر مجیب نے ان کا اجرا فرمایا۔ اس موقع پر یونیورسٹی کے ایک طالب علم سراج احمد نے غالب کی غزل ترنم سے سنائی۔ خواجہ مسعود علی ذوقی نے اقبال کی نظم اور ایک قدرت نے مرثیہ غالب ڈرامائی انداز سے پیش کیا۔ جلسہ میں اسلامیہ کے بلال احمد خاں نے غالب کی چند غزلیں پیش کیں۔

۱۸ مارچ کو ساڑھے نو بجے صبح پنڈت آنند نرائن ملا نے غالب نمائش کا افتتاح کیا۔ یہ نمائش شعبۂ اردو کے تعاون سے مولانا آزاد لائبریری میں ترتیب دی گئی تھی۔ اس میں غالب کی تصانیف اور غالب پر تصانیف جو مولانا آزاد لائبریری اور انجمن ترقی اردو ہند میں موجود ہیں، رکھی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ غالب کی کچھ نادر تحریریں اور وہ تصویریں بھی جو انھوں نے ... بھی تھی۔ ان سب چیزوں کی تعداد چار سو کے قریب تھی۔ نمائش میں ... کی بنائی ہوئی غالب کی تصویر بھی موجود تھی۔

پہلا اجلاس

غالب صدی تقریبات کے سلسلہ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں غالب کی عظمت کے عنوان سے دو روزہ سیمینار کا انعقاد ہوا۔ اس سیمینار کا پہلا اجلاس پنڈت آنند نرائن ملا کی صدارت میں ۱۸ مارچ کو ۱۰ بجے صبح شروع ہوا۔ سرور صاحب نے ملا صاحب کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ مجھے نہایت خوشی ہے کہ سیمینار کے پہلے اجلاس کی صدارت ممتاز شاعر اور ادیب پنڈت آنند نرائن ملا کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس سیمینار کا مقصد یہ ہے کہ مختلف ارباب نظر غالب کے فکر و فن کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال فرمائیں گے اور اس طرح غالب پر سوچنے کے نئے انداز دریافت ہوں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں سب کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ ملا صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج کل ساری دنیا میں غالب کو جو خراج عقیدت پیش کیا جا رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی شاعری میں عالمی قدروں کی شمولیت ہے اور عالمی قدریں کسی مخصوص زبان کی میراث نہیں ہوتیں یہی وجہ ہے کہ آج غالب کی ساری دنیا میں برسی منائی جا رہی ہے۔ پنڈت آنند نرائن ملا کی تقریر کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی کے استاد عالم خوندمیری نے غالب اور عصریت کے عنوان سے مقالہ پڑھا جس میں کہا گیا تھا کہ غالب کی عصریت کو ان کی شاعری کی اندرونی ہیئت میں تلاش کرنا ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ اگر شاعر اور قاری کا فاصلہ معین ہو جائے تو ابدیت میں وہ اجنبی بن گئے ہیں۔ غالب ان شاعروں میں ہیں جنھوں نے اپنے اور قاری کے فاصلے کو غیر معین رکھا ہے۔ عالم خوندمیری کے مقالے کے بعد عمیق حنفی نے غالب کا طرز احساس کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ مقالہ عمیق حنفی کے ایک طویل مقالہ کا جزو تھا۔ عمیق حنفی نے اپنے مقالہ میں غالب کی حسیت کے عناصر کا مطالعہ پیش کیا اور اس کی مدد سے غالب کے طرز احساس کا مطالعہ کیا۔ عمیق حنفی کے مقالہ کے بعد سردار جعفری نے غالب کے ہندی ترجمے کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ یہ مقالہ بھی ایک طویل مقالہ کا جزو تھا۔ سردار جعفری نے ترجمے کی اور خاص طور سے شعر کے ترجمہ کی مشکلات واضح کیں اور کہا کہ شعر کی جمالیاتی فضا کی بازیافت ترجمہ میں آسان نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ شعر کا ترجمہ شعر کو سمجھنے کے لئے حاشیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مقالہ کے بعد بحث میں مغنی تبسم، ابرار رحمانی، عالم خوندمیری نے حصہ لیا۔ سردار جعفری کے مقالہ کے بعد ڈاکٹر گیان چند جین نے غالب کا صحیفۂ منسوخ کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا جس میں نسخۂ حمیدیہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ بڑی شاعری اچھی شاعری سے زیادہ قابل فہم ہوتی ہے۔ انھوں نے نسخۂ حمیدیہ سے غالب کے مرتبہ کا تعین کیا۔ اس مقالہ پر حسن عسکری بلگرامی، قاضی سلیم، عالم خوندمیری، آنند نرائن ملا اور ڈاکٹر وحید اختر نے بحث میں سوالات کئے۔ ڈاکٹر گیان چند جین کے مقالہ کے بعد گجرات یونیورسٹی میں اردو کے استاد وارث حسین علوی نے اپنا مقالہ غالب کے نقاد پڑھا جس میں تنقید کے مختلف نقطہ ہائے نظر کی جو غالب کے سلسلہ میں رہی ہے وضاحت کی اور کہا کہ تنقید میں تجزیاتی مطالعہ کی بڑی اہمیت ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ غالب کو کالیداس اور [illegible] کے بعد ہندوستان کا سب سے بڑا شاعر سمجھتے ہیں۔ وارث حسین علوی کے مقالہ میں جو باتیں کہی گئی تھیں اس پر کبیر احمد جائسی، وحید اختر، عالم خوندمیری، عشرت حسین انور اور ابن فرید نے بعض سوالات کئے۔ ملا صاحب نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سرور صاحب اور ان کے رفقا کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں جنھوں نے ایسے کامیاب مذاکرہ کا انعقاد کیا۔

دوسرا اجلاس

سیمینار کا دوسرا جلسہ ۱۸ مارچ کو ساڑھے تین بجے سہ پہر میں پروفیسر آل احمد سرور کی صدارت میں ہوا۔ سب سے پہلے آنند نرائن ملا نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم غالب کی سوویں برسی کے موقع پر غالب کی بازیافت میں منہمک ہیں یہ ایک اچھا مقصد ہے لیکن اگر ہماری یہی انتہا ہے تو یہ میری آرزو نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں غالب کی بازیافت کو اردو کی بازیافت کے لئے زینہ بنانا چاہتا ہوں۔ ملا صاحب نے غالب کی شاعری میں جو عالمی قدریں تھیں اور جن کی وجہ سے آج غالب کو ساری دنیا میں خراج پیش کیا جا رہا ہے اس کی نشاندہی کی اور غالب کے قطعہ "اے تازہ واردان بساط ہوائے دل"

کا انگریزی ترجمہ DYING CANDLE کے عنوان سے پیش کیا یہ ترجمہ ملا صاحب نے آج سے ۴۰ سال پہلے کیا تھا۔ ملا صاحب کی تقریر کے بعد شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنا مقالہ "غالب کا اثر اردو شاعری پر" کے عنوان سے پیش کیا جس میں انھوں نے اردو شاعروں پر غالب کے اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جدید شعری رجحانات کا سلسلہ غالب سے مستعار ہے غالب کی شاعری جنون کم ہے اور عقل زیادہ ہے۔ مقالہ کے بعض پہلوؤں پر نعمان صدیقی، وحید اختر، عالم خوندمیری، باقر مہدی، ابن فرید، ساجدہ زیدی، حسن نعیم اور وارث حسین علوی نے سوالات کئے شمس الرحمٰن فاروقی کے مقالہ کے بعد مسکین اکبر آبادی نے غالب کی شاعری میں تصوف کے عنوان سے مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے غالب کی شاعری پر نظریہ وحدت الوجود و ویدانتی مسلک اور ابن عربی وغیرہ کے اثرات کی نشاندہی کی۔ مقالہ کے بعد کبیر احمد جائسی، قاضی سلیم، احسن عسکری بلکھنوی، وحید اختر اور وارث حسین علوی نے بعض سوالات کئے۔ مسکین اکبر آبادی کے مقالہ کے بعد مغنی تبسم نے اپنا مقالہ "غالب کا آہنگ شعر" کے عنوان سے پڑھا جس میں کہا گیا تھا کہ شاعری سخن آفرینی ہے اس کا اولین ذریعہ صوتی ہوتا ہے کیونکہ ہر ادب پارہ سب سے پہلے اصوات کا سلسلہ ہوتا ہے جس سے معنی ابھرتے ہیں انھوں نے غالب کی شاعری کو لسانی اعتبار سے دو ادوار میں تقسیم کیا تھا۔ اور غالب کی شاعری کا لسانی جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ غالب کے اشعار میں دریا جیسی روانی نہیں ملتی اور ان کی شاعری میں اصوات کی تکرار تناسب کے ساتھ نہیں ہے۔

۸ مارچ کو شب میں نو بجے غالب کی یاد میں ایک مشاعرہ ہوا صدارت وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے فرمائی مشاعرہ کا آغاز غالب کی ایک غزل سے ہوا جو مسلم یونیورسٹی کے طالب علم مظفر عالم نے ترنم سے پیش کی مشاعرہ میں روش صدیقی، اختر الایمان، سکندر علی وجد، کشور واحدی، قاضی سلیم، وحید اختر، شاذ تمکنت، منظر سلیم، ساجدہ زیدی، زاہدہ زیدی، آفتاب شمسی، اعظم سحاب، مہدی حیدر زیدی، ظفر احمد مدنی، محمد احمد نقوی، شمس طہرانی، اور نقش سنبھلی نے اپنا منتخب کلام سنایا۔

تیسرا اجلاس

سمینار کا تیسرا جلسہ ۹ مارچ کو ساڑھے نو بجے صبح پرو وائس چانسلر جناب فضل الرحمٰن کی صدارت میں شروع ہوا سب سے پہلے باقر مہدی نے اپنا مقالہ "غالب۔ خوف" کے عنوان سے پڑھا انھوں نے اپنے مقالہ میں کہا کہ غالب کی شاعری اجنبی خوف پر قابو پانے کی کوشش ہے غالب نارمل آدمی نہیں تھے وہ متضاد کیفیتوں اور سطحوں کے شاعر تھے میں غالب کو اپنا ہمعصر سمجھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ مقالہ کے بعد ابن فرید، وارث حسین علوی، عشرت حسین انور نے چند سوالات کئے۔ باقر مہدی کے مقالہ کے بعد محمود ہاشمی نے غالب کی شاعری کا علامتی پہلو کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے غالب کی شعریات کا جائزہ لیا اور کہا کہ غالب کی شاعری میں علامت تفکر اور تعقل کے احساس سے پہلے آتی مقالہ کے بعد وحید اختر اور ابن فرید نے بعض سوالات اٹھائے۔ محمود ہاشمی کے مقالہ کے بعد پروفیسر اسلوب احمد انصاری نے غالب کا فن کے عنوان سے مقالہ پڑھا یہ مقالہ پروفیسر اسلوب احمد انصاری کے ایک طویل مقالہ کا حصہ تھا۔ اس میں غالب کے فن کے ایک پہلو سے بحث کی گئی تھی نیز ان کا موازنہ انگریزی سترھویں صدی کے بعض شعرا سے کیا گیا تھا۔ مقالہ کے بعد مغنی تبسم اقبال حسن اور قاضی سلیم نے سوالات کئے۔

پروفیسر اسلوب احمد انصاری کے مقالہ کے بعد ڈاکٹر وحید اختر نے غالب کی شاعری کا فکری پس منظر کے عنوان سے مقالہ پڑھا انھوں نے مقالہ میں غالب کے شروع کے پچیس سال کے اشعار کا جائزہ لیا اور کہا کہ غالب کے یہاں فنی کمال کی وہ گہرائی ملتی ہے جو ان کے بعد اور ان کے پہلے نہیں ملتی۔ غالب کی شاعری نے فکر کو زبان دی انھوں نے اپنے مقالہ میں غالب اور اقبال کے فرق کو واضح کیا اور غالب کے تصوف کا تجزیہ کیا۔ وحید اختر کے مقالہ کے بعد سردار جعفری، عالم خوندمیری، شمس الرحمٰن فاروقی، کبیر احمد جائسی نے سوالات کئے ڈاکٹر وحید اختر کے مقالہ کے بعد مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے "مرزا غالب اور مسائل تصوف" کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ مقالہ میں غالب کی شاعری پر بیدل کے اثرات اور نظریہ وحدت الوجود کی نشاندہی کرتے ہوئے مولانا اکبر آبادی نے غالب کے اشعار اور نثر سے مثالیں پیش کیں۔ مقالہ کے بعد سکندر علی وجد اور احسن عسکری بلکھنوی نے سوالات کئے۔

چوتھا اجلاس

سمینار کا چوتھا اجلاس پروفیسر مسعود حسین خاں کی صدارت

میں ۱۹ مارچ کو تین بجے سہ پہر سے شروع ہوا۔ سیمینار شروع ہونے سے قبل ایک شعری نشست ہوئی جس میں سردار جعفری، عمیق حنفی، براج کومل، حسن نعیم، باقر مہدی، شمس الرحمٰن فاروقی، سکندر علی وجد، اور اختر الایمان نے اپنا منتخب کلام سنایا۔ اس کے بعد سیمینار کا آغاز ہوا اور غالب کی شاعرانہ عظمت کے چند پہلو کے عنوان سے ڈاکٹر یسین نے مقالہ پڑھا انھوں نے اپنے مقالہ میں کہا کہ غالب فورد بینی میں نہ صرف اردو میں بلکہ دنیا کے شاعروں میں صف اول کے مستحق ہیں۔ مقالہ کے بعد ابن فرید، شمس الرحمٰن فاروقی، وارث علوی اور اقبال حسن نے چند سوالات کئے۔ ڈاکٹر یسین کے مقالہ کے بعد پروفیسر آل احمد سرور نے پورے غالب کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ سرور صاحب نے غالب کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے نسخۂ حمیدیہ کی اہمیت واضح کی اور فرمایا کہ نسخۂ حمیدیہ کی بنیادی پر متداول دیوان آیا اس نے بنیادی چیز نسخۂ حمیدیہ ہے انھوں نے فرمایا کہ ابھی تک ہماری تنقید پابند تصورات سے آزاد نہیں ہو سکی ہے اور اس رویہ کو ہمیں ترک کرنا پڑے گا اور اس کا عادی ہونا پڑے گا کہ کوئی تخلیق اگر نا فہم ہو تو ہم اس سے گریز نہ کریں سرور صاحب نے فرمایا کہ نسخۂ حمیدیہ اور متداول دیوان دونوں کو سامنے رکھ کر غالب کو پورے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ سرور صاحب کے مقالہ کے بعد سردار جعفری، نعمان صدیقی، وارث حسین علوی، وارث کرمانی اور شمس الرحمٰن فاروقی نے سوالات کئے۔ سرور صاحب کے مقالہ کے بعد ساجدہ زیدی نے غالب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ کے عنوان سے اپنا انگریزی مقالہ پڑھا جس میں غالب کی شاعری کا نفسیات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا تھا۔ ساجدہ زیدی کے مقالہ کے بعد ڈاکٹر باقر مہدی نے غالب کا مطالعہ جدید نفسیات کی روشنی میں کے عنوان سے اپنا مقالہ پڑھا اس مقالہ میں جدید نفسیات کی روشنی میں غالب کے فن کو سمجھنے کی کوشش کی گئی تھی مقالہ کے بعد اقبال حسن اور ڈاکٹر شکیل سعید نے چند سوالات کئے۔ ڈاکٹر باقر مہدی کے مقالہ کے بعد زاہدہ زیدی نے غالب کی شاعری میں رنج و غم محبت اور موت کے عنوان سے انگریزی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ زاہدہ زیدی کے بعد حسن عسکری بلکھنوی نے غالب کی صحت مند محبت کے جلوے کے عنوان سے مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے غالب کے ابتدائی حالات کلکتہ کا سفر مثنوی چراغ دیر اور غالب کے خطوط سے غالب کی صحت مند محبت کی مثالیں پیش کی تھیں۔ حسن عسکری بلکھنوی کے مقالے کے بعد ڈاکٹر وارث کرمانی نے غالب کی شخصیت اور فن پر انگریزی میں مقالہ پڑھا اور غالب کے یہاں جو طنز و مزاح ملتا ہے اس کا تجزیہ کیا۔ ڈاکٹر وارث کرمانی کے مقالہ کے بعد ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی نے اپنا مقالہ کچھ خطوط غالب کے بارے میں کے عنوان سے پڑھا مقالہ میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ غالب کی شخصیت پہلودار تھی اور ان کے خطوط ان کی شخصیت کا پرتو ہی نہیں بلکہ ایک تہذیب کا مظہر بھی ہیں غالب کے خطوط ہمارے ادب کا غیر فانی سرمایہ ہیں ان میں زبان و بیان کی سادگی ہی نہیں حرف و صوت کا آہنگ بھی ملتا ہے۔ اس مقالے کے بعد فرخ جلالی اور پروفیسر آل احمد سرور نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے اردو کلام غالب کے قافیوں اور ردیفوں کا صوتی آہنگ کے عنوان سے مقالہ پڑھا موصوف نے غالب کی غزلوں میں قوافی اور ردیفوں کا جو صوتی آہنگ ملتا ہے ان کا اعداد و شمار کے ساتھ جائزہ لیا۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے کہا کہ ردیف کی موسیقیت سے غالب بخوبی واقف ہیں اور غزل میں صوتی آہنگ کی بڑی اہمیت ہے انھوں نے غالب کی چار ایسی غزلوں کو پیش کیا جن میں غالب ثقالت صوتی کا شکار ہو گئے ہیں۔ سیمینار کا چوتھا اجلاس سہ پہر سے شروع ہو کر رات کے نو بجے ختم ہوا اس موقع پر اختتامی تقریر کرتے ہوئے پروفیسر آل احمد سرور نے فرمایا کہ ہم ان حضرات کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اس ذہنی سفر میں ہمارا ساتھ دیا۔ سیمینار کے چار جلسوں میں ۲۳ مقالے پڑھے گئے اور ان پر بحث ہوئی ایسی علمی صحبتیں جتنی زیادہ ہو سکیں اتنا ہی بہتر ہے۔ انھوں نے مقالہ نگار حضرات شعرائے کرام اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔

اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں

الہ آباد۔ سینیئر سوشلسٹ رہنما جناب راج نرائن نے فرقہ وارانہ میل جول اور قومی یکجہتی کے موضوع پر الہ آباد یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں کو تلقین کی کہ وہ ملک کے وسیع مفاد میں زبان کے جھگڑے میں ملوث نہ ہوں۔ ایک سوال کے جواب میں جناب راج نرائن نے کہا کہ لوگوں کو یہ خیال نہیں کر لینا چاہیے کہ اردو فقط مسلمانوں کی زبان اور ہندی ہندوؤں کی

زبان ہے۔ انھوں نے بتایا کہ دونوں ہی ہندوستانی زبانیں ہیں اس لئے لوگوں کو زبان کے جھگڑے میں ملوث نہیں ہونا چاہیئے۔ انھوں نے کہا کہ ملک محمد جائسی اور رحیم جیسے بہت سے مسلمان ہندی کے ممتاز شاعر گزرے ہیں اسی طرح بہت سے ہندو اردو کے مشہور شاعر گزرے ہیں اور آج بھی ہیں یہ اردو اور ہندی کے درمیان رسم الخط کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے۔

اردو کو ثانوی زبان بنانے کی مخالفت

لکھنؤ۔ وزیر اعلیٰ جناب چندر بھان گپتا نے گورنر کے خطبہ پر شکریہ کی تحریک کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے تالیوں کی گونج میں کہا کہ کچھ اردو دوستوں نے یہ الزام لگایا ہے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ کرتا نہیں ہوں بہت واضح الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اردو کو دوسری زبان کا درجہ دینے کا مطالبہ کرنے والے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور ان کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں ہندی دشمنی کا اظہار کرنے سے اردو کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ ہم سہ لسانی فارمولا کے تحت اردو کی ترقی کے لئے فراخدلی کا مظاہرہ کریں گے اردو کے نام نہاد دوست اپنی حرکتوں سے اس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جناب گپتا نے کہا کہ ادھر چند سال میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور اس کی ترقی کے لئے ہم سہ لسانی فارمولا کے تحت ہر طرح کی سہولت اور مدد دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ انھوں نے حلف برداری کے سلسلہ میں پیدا ہونے والی صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایوان کی زبان اور راشٹر بھاشا ہندی ہے اور اسی ضابطہ ہی کے تحت ممبروں کو حلف دلایا گیا ہے پر اعتراض کا کیا موقع تھا جس وقت وزیر اعلیٰ گپتا تقریر کر رہے تھے حزب مخالف کی بنچوں میں کافی ہیجان پیدا ہو گیا۔ اور اسپیکر کے زور دینے کے باوجود جناب گپتا کو تقریر کے دوران چیخ چیخ کر ٹوکتے رہے۔ اور کہا کہ آپ اپنے وعدہ سے مکر گئے ہیں آپ نے ایس وی ڈی حکومت کے زمانہ میں اردو کو دوسری زبان بنانے کے مطالبہ کی حمایت کی تھی۔ کانگریسی لیڈروں نے تحریک کے دوران جلسوں میں شرکت کی زبانی و تحریری طور پر اردو کی حمایت کے وعدے کئے اور اب مکر رہے ہیں۔

وسکانسن یونیورسٹی امریکہ میں غالب صدی مشاعرہ

میڈیسن (وسکانسن)۔ غالب صدی کی تقاریب کے سلسلے میں وسکانسن یونیورسٹی کے چوتھے سالانہ مشاعرہ کے موقع پر سامعین نے جوش و خروش کا اظہار کیا اور گرمجوشی سے داد دی۔ تقریباً ۱۰۰ امریکی ہندوستانی اور پاکستانی سخن شناسوں نے ۲۰ مارچ کی شام کو یونیورسٹی کی میموریل یونین میں ساڑھے پانچ گھنٹے کے پروگرام میں شرکت کی مشاعرہ کا اہتمام ہندوستانی علوم کے شعبہ نے یونیورسٹی کی ہندوستانی اور پاکستانی تنظیموں کے تعاون سے کیا۔ اس میں اردو کے ادیبوں نے مختصر تقریریں کیں۔ امریکی طلبہ نے غالب کی غزلیں پڑھیں اور ہندوستان اور پاکستان کے تقریباً ۲۰ شعرا نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ ہندوستانی علوم کے شعبے کے صدر پروفیسر ہنری سی چارلٹ نے کہا کہ "یہ ہماری یونیورسٹی کے احاطے میں بڑی خوشی کا موقع تھا۔ میرے خیال میں ماحول میں بھی جیسا جذبہ پایا جاتا تھا۔ بہت سے امریکیوں کو بھی اردو ادب سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔" جوس کنگ نامی ایک شخص نے غالب کا منتخبہ کلام پڑھا۔ انھوں نے ہندوستان میں فل برائٹ وظیفے پر اردو پڑھی تھی اور اب وہ پروفیسر گوپی چند نارنگ کے طالب علم ہیں جو آج کل وسکانسن یونیورسٹی میں کام کر رہے ہیں۔ پروفیسر نارنگ نے کہا کہ "مشاعرہ جمالیاتی طور پر ان اشخاص کی ادبی تشنگی کو مطمئن کرتا ہے جو اس میں شریک ہوتے ہیں اور یہ ان امریکیوں کے لئے ایک نیا تجربہ ہے جو کبھی ہندوستان اور پاکستان نہیں گئے لیکن اردو سمجھتے ہیں۔" پروفیسر نارنگ نے جنھیں اپنے طلبہ کی پیش قدمی پر فخر ہے کہا کہ اردو کے امریکی گریجویٹ طلبہ مستقبل کے معلم اور محقق ہوں گے جس سے امریکی یونیورسٹیوں کے لئے سمندر پار کے اردو ادیبوں پر بہت کم انحصار رکھنا پڑے گا۔ شام غالب کا آغاز اہتمام کنندہ تنظیموں کے نمائندوں کی استقبالیہ تقریروں سے ہوا۔ شکاگو یونیورسٹی میں اردو کے نائب پروفیسر ڈاکٹر سی ایم نعیم نے غالب کے خطوط کے اقتباسات پڑھے اور اس کے بعد پروفیسر نارنگ نے اردو شاعری میں غالب کے کردار پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔　　　　(قومی آواز)

اردو کو دوسری زبان کا درجہ دیا جائے

نئی دہلی۔ بمبئی اردو کمیٹی کی جانب سے ایک خط ممبر پارلیمنٹ اور مشہور شاعر آنند نرائن ملا نے وزیر اعظم اندرا گاندھی کو پیش کیا جس میں زور دیا گیا ہے کہ اردو راجستھان ہریانہ اتر پردیش بہار اور مدھیہ پردیش کی شمالی ریاستوں میں دوسری زبان کا درجہ دیا جائے گا۔ معلوم ہوا ہے کہ وزیر اعظم نے آنند نرائن ملا سے اور علی سردار جعفری سے وعدہ کیا کہ وہ کمیٹی کے اس مطالبہ نیز دیگر مطالبات پر ہمدردی سے غور کریں گی۔ غالب کی صد سالہ برسی کی یادگار اور ملک گیر تقریبات کا شکریہ خط میں ادا کیا گیا ہے لیکن یہ امید بھی ظاہر کی گئی ہے کہ غالب کی　　　　اردو کو اس کی پیدائش اور ترقی ہی کے علاقوں میں نظر انداز اور بے عزت نہ کیا جائے خط میں یاد دلایا گیا ہے کہ اردو کے اور ممتاز اندان پنت سمیت کئی ممتاز ہندی ادیبوں نے ۱۹۶۷ء میں ایک مشترکہ بیان جاری کر کے اعلان کیا تھا کہ ہندی کے ساتھ ہی وہ اردو کو بھی بعض ریاستوں کی علاقائی زبان سمجھتے ہیں ان ادیبوں نے یہ رائے بھی ظاہر کی تھی کہ ہندی کے علاوہ اردو زبان اور رسم الخط کو استعمال کرنے کا حق بھی ان ریاستوں میں تسلیم کیا جائے۔

اردو گھر فنڈ

چندہ اردو گھر فنڈ یکم / مارچ تا ۳۱ / مارچ ۱۹۶۹ء

نمبر شمار	نام و مقام مع پتہ	رقم چندہ	ذریعہ ترسیل	وصولی کیفیت
۱۔	جناب حاجی عبد الرحمٰن شروانی صاحب علی گڑھ	۱۰۰ــ۰۰	نقد	خود
۲۔	جناب ڈاکٹر ایم اعظم خاں فرسٹ لانسر ل اڈا حیدرآباد	۵ــ۰۰	منی آرڈر	"
۳۔	جناب خورشید احمد آزاد ردو ڈیپارٹمنٹ ہاپوڑ (یو۔ پی)	۵ــ۰۰	"	"
۴۔	جناب میجر راجندر در ماکشوری بھون رتناڈہ جودھپور	۱۱ــ۰۰	چیک	"
۵۔	جناب نواب محمد عبد الباقی خاں جنگ بہادر جیری گیسٹ ہاؤس	۵۰ــ۰۰	"	"
۶۔	جناب دیو راج ادم پرکاش	۱ــ۰۰		
۷۔	جناب جیرام امرناتھ	۱ــ۰۰		
۸۔	پولا کیمپ پرنٹرس	۲ــ۰۰		
۹۔	شمس کلاتھ ہاؤس	۵ــ۰۰		
۱۰۔	" ایچ محمد احمد جمیل احمد	۱۰ــ۰۰		
۱۱۔	" محمد فاروق	۵ــ۰۰		
۱۲۔	" جی آر شنکر	۱۰ــ۰۰		
۱۳۔	" جمال قدردانی	۵۰ــ۰۰	چیک معرفت سید ظفر حسین صاحب نیویارک	
۱۴۔	مدینہ پرفیومری ورکس	۱۰۰ــ۰۰	معرفت محمود ریاض صاحب بنگلور	
۱۵۔	محترمہ افسر قریشی لیکچرار اردو ویمنس کالج علی گڑھ	۵۱ــ۰۰	نقد معرفت پروفیسر آل احمد سرور صاحب	
۱۶۔	محترمہ اسما حمید ٹیچر ہائی اسکول	۲۵ــ۰۰		
۱۷۔	محترمہ آفتاب آفریدی صاحبہ اسٹینو ٹائپسٹ	۵ــ۰۰		
۱۸۔	جناب بشیر احمد چپراسی ویمنس کالج مسلم یونیورسٹی	۲ــ۰۰	نقد	
۱۹۔	جناب شاکر صدیقی چپراسی لائبریری ویمنس کالج مسلم یونیورسٹی	۱ــ۰۰		
۲۰۔	مس ٹامس صاحبہ لیکچرار طالبات ویمنس کالج مسلم یونیورسٹی	۱۰ــ۰۰		
۲۱۔	مس عزیزہ حنفی صاحبہ ٹیچر گرلز ہائی اسکول	۱۰ــ۰۰		
۲۲۔	جناب شکور دھوبی ویمنس کالج مسلم یونیورسٹی	۵ــ۰۰		
۲۳۔	جناب عبد اللطیف صاحب گیمس چپراسی مسلم یونیورسٹی	۱ــ۰۰		
۲۴۔	جناب شاہد حسن صاحب	۲ــ۰۰	نقد	
۲۵۔	جناب ایم۔ ایس۔ عارف ڈسپیچ کلرک مسلم یونیورسٹی	۱ــ۰۰		
۲۶۔	جناب بدر احسان لیب اسسٹنٹ مسلم یونیورسٹی	۱ــ۰۰		
۲۷۔	جناب اعجاز علی این۔ سی۔ سی چپراسی مسلم یونیورسٹی	۱ــ۰۰		
۲۸۔	جناب نظیر حسین صاحب نیویارک از طرف خالد احمد صدیقی وغیرہ	۳۰۶ــ۰۰	چیک	
۲۹۔	جناب ڈاکٹر سردار رام سنگھ خازن انجمن ترقی اردو راجستھان	۱۱ــ۰۰		
۳۰۔	جناب ڈاکٹر اے سنگھ ممبر انجمن ترقی اردو راجستھان	۱۱ــ۰۰		
۳۱۔	جناب منشی عطاء اللہ عطا ممبر انجمن ترقی اردو راجستھان	۵ــ۰۰		
۳۲۔	جناب پنڈت رتن نرائن کول ممبر انجمن ترقی اردو راجستھان	۵ــ۰۰		
۳۳۔	جناب محمد عمر عرف شیخ ممبر انجمن ترقی اردو راجستھان	۲ــ۰۰		
۳۴۔	جناب محمد صدیق سوداگر ممبر انجمن ترقی اردو راجستھان	۱ــ۰۰		

(حاشیہ: نمبر ۶ تا ۱۲ — معرفت جناب برہم ناتھ دت صاحب قمر)

(حاشیہ: نمبر ۱۶ تا ۲۱ — معرفت پرنسپل صاحبہ ویمنس کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

(حاشیہ: نمبر ۲۲ تا ۲۷ — معرفت پرنسپل صاحبہ ویمنس کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

(حاشیہ: نمبر ۲۹ تا ۳۴ — معرفت جناب اختر امام الدین احمد شان عل ص ب)

میزان حال	۸۱۱ــ۰۰
" سابق	۱۰۸۰۱ــ۲۵
" کل	۱۱۶۱۲ــ۲۵

نوٹ:۔ اخبار مورخہ یکم / دسمبر ۱۹۶۸ء میں جو ۵۵۵۰ دینے والے کا نام شائع ہونے سے رہ گیا تھا وہ بی پی شکلا بنت جناب برہم ناتھ دت قمر ہیں۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید بنیاد علی نے ایجوکیشنل پریس پرنٹرز علی گڑھ میں چھپوا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا